

حکیم مومن خان مومن کے معاشقے

Love Tales of Hakim Momin Khan Momin

Muhammad Tahir Bostan
Lecturer Urdu, Cadat College Sawat, Swat.

KEYWORDS

Elated
Failure
Materialistic
True Love
Modesty
Slight
Romance
Depicts
Utter Beloved

ABSTRACT

This paper aims a comprehensive investigation to identify the various (love stories) of Hakim Momin Khan Momin. Hakim was a romantic poet. His poetry depicts ideal romance. Hakim Momin Khan Momin was a very much elated person. He faced utter failure in the art of love. He was fond of Platonic love but he always faced materialistic love from his beloved. He was fed off from the unsuccessful love from his beloved. For romance and true love, he left his educational career incomplete. Hakim is fond of physical beauty. His poetry mostly consists of modesty and a slight touch of satiation.

DOI: <https://doi.org/10.54064/negotiations.v1i3.26>

DATES

Received 30-08-2021

Accepted 02-12-2021

Published 21-12-2021

QR CODE



یہ مسلم ہے کہ عشق و محبت کا جذبہ ہمیشہ سے انسان کے خمیر میں داخل ہے۔ تہذیب کا دور آغاز ہو یا عہد کمال، انسان اس جذبے سے کبھی خالی نہیں ہوتا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس جذبے کی قوت اور شدت بھی ایک امر واقع ہے، یہاں تک کہ کبھی کبھی بڑھ کر تمام انسانی جذبات و حیثیت پر غالب آجاتا ہے۔ انسانی روح کو فطرتاً بخوبی بصورتی کی طرف میلان ہے۔ چاہے یہ جمال کسی بھی چیز میں ہو۔ اور یہ میلان بہ نسبت دوسرے لوگوں کے

مقابلے میں شاعر میں زیادہ شدت کے ساتھ پایا جاتا ہے۔ اس لیے حکیم مومن خان مومن کی زندگی کا سب سے رنگین باب ان کی حیاتِ معاشقہ ہے۔ چوں کہ مومن رنگین طبیعت کے مالک اور خوش مزاج تھے اس لیے ہر کسی کی توجہ کا مرکز بنے رہے۔ مومن کو طب سے بھی گہرا لگاؤ تھا اس لیے اس واقفیت نے اور بھی بارگاہِ حسن میں باریاب ہونے کا موقع دیا۔ دیوانِ مومن میں پروفیسر ضیاء احمد بدایونی لکھتے ہیں: ویسے مومن کی ہر مثنوی ان کے عشق کی ایک داستان ہے۔¹

مومن کی پہلی محبت:

اس بیان کی روشنی میں ہم مومن کے عشق کے زمانہ کا تعین آسانی سے کر سکتے ہیں۔ ان کی پہلی مثنوی ”شکایت ستم“ 1213ھ (1816ء) اس مثنوی کا آغاز اس شعر سے کرتے ہیں۔

ایں نالہ شکایت ستم نامی

با من خرد گفت سال اتمام

اس وقت مومن کی عمر 16 سال تھی۔ مومن اپنے عشق کے آغاز کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ نو (9) سال کی عمر میں عشق میں آموختہ ہو گئے تھے۔ مومن نے اس محبت کے پیچھے تعلیم چھوڑ دی۔ وہ ہر وقت ملاقات یار میں سرگرداں رہے۔ مومن کی یہ محبت اس وقت ختم ہوئی جب ان کے عزیز واقارب کو اس محبت کا پتا چل گیا۔

آفت جان و دل فراق و وصال

الغرض یونہی کٹ گئے دو سال

اس محبت کی ابتدا کچھ یوں ہے کہ (1811ء) میں مومن کی ملاقات اس معشوق سے ایک شادی میں ہوئی۔ ان کی محبت کا یہ سلسلہ چلتا رہا۔ دن گزرتے گئے کہ اس معشوق کو موت نے اٹھالیا۔ یوں مومن پر ہجر و فراق کا زمانہ شروع ہوا۔ مومن کے بقول:

رشتک سے خضر پائمال ہوا

ملک الموت سے وصال ہوا

یوں سترہ سال کی عمر میں مومن اپنی محبت سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

دیکھیں آگے دکھائے کیا کیا دن

ہے ابھی سترہ برس کا سن

مومن کی دوسری محبت:

پہلی محبت کی ناکامی کا اثر ابھی تک ختم نہیں ہوا تھا کہ بیس برس کی عمر میں ایک دوسری محبوبہ کے عشق میں گرفتار ہوئے۔ اس محبت کا اندازہ ان کی مثنوی ”قصہ غم“ سے ہوتا ہے۔ یہ مثنوی (1235ھ) میں لکھی گئی ہے

نام ایں چند نالہ پیہم

¹ مرتبہ پروفیسر ضیاء احمد بدایونی، دیوانِ مومن، طبع سوم (دہلی: مطبع رفاہ عام، 1846ء)، 45۔

ہم چوتار بج گشت قصہ غم

اس مثنوی سے مومن کے مزاج اور سیرت کے گوشے نمایاں ہوتے ہیں۔ اب معلوم نہیں کہ مومن کی یہ محبت کیسے اور کیوں کر ختم ہوئی۔ ان کی یہ محبت بھی بار آور نہیں ہوئی اور 1236ھ میں یہ محبت بھی اختتام پذیر ہوئی۔ مومن کی تیسری محبت:

مومن کو جب دوسری محبت میں بھی ناکامی ہوئی تو ان کے غم و الم اور بھی بڑھ گئے۔ قدرت کی بات کہ اس دفعہ مومن کے غم کا زمانہ بہت کم رہا اور بہت جلد ہی ان کی تیسری محبت کا آغاز ہوا۔ وہ یوں کہ مومن ایک روز سیر کی غرض سے جا رہے تھے کہ ایک گھر کی کھڑکی سے اشارہ بازی شروع ہوئی۔ مومن کو یہ اشارے عجیب لگے اور آخر کار اس محبوب سے ملاقات کا راستہ نکال ہی لیا۔ اب روز ان کا جانا اور کچھ دیر بیٹھ کر چلے آنا ان کا معمول بن گیا۔ ایک روز وہاں بیٹھے تھے کہ کسی کی آمد کی اطلاع ہوئی اور مومن کو پردہ کی وجہ سے باہر آنا پڑا۔ جب دیر ہوئی تو اپنے گھر واپس چلے آئے۔ اگلے دن جب محبوب کے در پر دوبارہ تشریف لے گئے تو صاحب خانہ نے بتایا کہ ان کے یہاں کوئی ”مہمان عزیز“ بہ غرض علاج آیا ہے اگر تم نبض دیکھ لو تو شاید بیمار کا علاج آسان ہو جائے۔ پس پردہ نبض دیکھی گئی۔ نبض کا دیکھنا کیا تھا کہ مسیحا خود بیمار بن گیا۔ اس وقت مومن پر کیا گزری، اس کا تفصیل سے ذکر مثنوی ”قول غمین“ (1236ھ) میں موجود ہے۔ یہ محبوب ہی دل نواز امتہ الفاطمہ تھیں۔ امتہ الفاطمہ ایک عفت نا آشنا عورت تھی جو لکھنؤ سے دہلی آئی تھی۔ اس خاتون کے بارے میں عبدالحی بدایونی اپنے تذکرہ ”شیم سخن“ (1891ء) میں لکھتے ہیں: امتہ الفاطمہ نامی طوائف پورب کی رہنے والی ہے۔ قبل از بلوہ سن 1857ء بیمار ہو کر دہلی پہونچیں۔²

در گاہ پر شاد نادر ”تذکرہ گلشن ناز“ (1292ھ) میں یوں لکھتے ہیں: حضرت نے نسخہ مثنوی ”قول غمین“ اس کی مفارقت کے بیان میں خوب موزوں فرمایا ہے۔ اب نہیں معلوم یہ رنڈی زندہ ہے یا مر گئی۔³ امتہ الفاطمہ کا نبض دیکھتے وقت مومن نے اس کے ہاتھ کے بارے میں کہا۔ صاف صندل سے زیادہ وہ ہاتھ نرم مخمل سے زیادہ وہ ہاتھ

شیفہ امتہ الفاطمہ کے مومن کے ساتھ ملنے، ان کا علاج کرنے اور پھر عشق اختیار کرنے کے بارے میں ”گلشن بے خار“ میں یوں لکھتے ہیں: شرح نسخہ حسن و جمال ہما موزوں قد است۔⁴

امتہ الفاطمہ موسوم بہ صاحب جی نہ صرف مومن کی نگاہ کا مرکز تھی بلکہ اس زمانے میں ہر کوئی اس کے حسن کا دیوانہ ہو گیا تھا۔ مومن کے ساتھ عشقیہ کہانی کے بارے میں ”گلشن ناز“ میں در گاہ پر شاد نادر بھی لکھتے ہیں: ”امتہ الفاطمہ نام مشہور بہ صاحب جی، غدر سے پہلے پورب سے طلوع ہو کر جلوہ افروز دہلی ہوئی۔ حکیم مومن خان مرحوم سے اپنی بیماری کا علاج چاہا۔ مگر یہاں یہ نقشہ ہوا۔ مرثدہ باداے مرگ عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے۔ یعنی حکیم

² عبدالحی بدایونی، شیم سخن (رام پور: رضا لاہیری، 1864ء)، 18۔

³ در گاہ پر شاد نادر، تذکرہ گلشن ناز (علی گڑھ: آزاد لاہیری، 1292ھ)، 54۔

⁴ شیفہ، گلشن بے خار مطبوعہ نوکسور (علی گڑھ: آزاد لاہیری، س۔ ن۔)، 123۔

صاحب حکمت کا راستہ بھول کر از خود فراموش ہو کر نسخہ عشق کا وزن شروع کر بیٹھے۔ اس وفادار نے بھی اپنے مریض و طبیب کو برابر ایک سال تک خوب ہی دل کھول کر شربت وصل پلایا۔⁵

اس ایک سال کے عرصے میں مومن آمتہ الفاطمہ سے محبت قائم کیے رکھی۔ مومن کی بد قسمتی دیکھیں کہ محبت کا راز فاش ہو گیا اور آمتہ الفاطمہ واپس اپنے وطن لکھنؤ چلی گئیں۔ اس حوالے سے فضیح الدین رنج ”بہارستان ناز“ (1299ھ) میں لکھتے ہیں: ”آمتہ الفاطمہ بیگم نام مشہور بہ صاحب جی ملکہ مشرق سے مثل خورشید انور و مہر منور رونق افزائے خطہ لطافت بنیاد شاہجہاں آباد ہو کر کچھ بیمار ہوئی حکیم مومن نے علاج کیا۔ صحت پا کر ایک سال تک حکیم صاحب مرحوم کے ہم پہلو رہی پھر لکھنؤ چلی گئی“⁶

آگے اس کے حسن و جمال کے بارے میں لکھتے ہیں: ”سبحان اللہ ایسی حسین نازک اندام عنبریں موتھی کہ ہر پیچ زلف پر خم کا حلقہ دام بلا تھا۔ آئینہ روئے درخشان مرات حیرت افزا تھا“⁷

مومن آس محبت میں بھی ناکام ہو گئے۔ اور اس تصور سے دل کو تسلی دیتے رہے۔

زندگی میں ہو اگر وصل محال

بعد مرنے کے مقرر ہو وصال

اس محبت کے لیے مومن سہسوان (بدایوں) بھی گئے۔ حیاۃ العلماء⁸ میں لکھا ہے کہ مومن نواب محمد سعید خان سے جو اس زمانہ میں سہسوان میں ڈپٹی کلکٹر تھے، ملاقات کی غرض سے آئے۔ سہسوان میں ایک پوشیدہ غرض لیے آئے تھے اور وہ غرض صاحب جی سے ملاقات کرنی تھی۔ اس حوالے سے مومن کہتے ہیں:

صاحبو میرا حال مت پوچھو

بندہ سخت بے وفا ہوں میں

چھوڑ دلی کو سہسوان آیا

ہرزہ گردی میں مبتلا ہوں میں

عذر بے جا سرکشی کے لیے

شکاکی بے سبب جفا ہوں میں

اک خداوند شوخ کے غم میں

قابل رحم ہو گیا ہوں میں

کوئی پہنچا دو میرے صاحب تک

⁵ درگاہ شاد نادر، تذکرہ گلشن ناز (علی گڑھ: آزاد لائبریری، 1292ھ)، 62۔

⁶ فضیح الدین رنج، بہارستان ناز (علی گڑھ: رضالا لبریری، 1299ھ)، 62۔

⁷ ایضاً۔

⁸ حاج الدین نقوی سہسوانی، حیاۃ العلماء

کہ گلام گریز پاہوں میں

مومن کی چوتھی محبت:

مومن ابھی اس محبت کے غم کو فراموش نہ کر سکے تھے کہ ایک شادی کی تقریب میں شرکت کا موقع ملا۔ اس شادی میں مومن سہتم خاص تھے۔ یہاں ان کی ایک خوب رو حسینہ سے ملاقات ہو گئی۔ ان کا دیکھنا تھا کہ مومن اس پر فریفتہ ہو گئے۔ جب تک شادی کی تقاریب ہوتی رہیں، ان دونوں کی خوب ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ مگر جب شادی کی رسمیں اختتام کو پہنچیں تو وہ ایک دوسرے سے علاحدہ ہو گئے۔ اس حسینہ کے گھر مومن کا پیغام پہنچنا ہی تھا کہ وہ طیش میں آ گئی اور اس نے مومن کو انکار کر دیا۔ اس ناکامی کا صدمہ اور ”صيد“ کے ہاتھ سے نکل جانے کا غم اتنا بڑھ گیا کہ مومن بیمار پڑ گئے۔ انھوں نے اس حادثے کی یاد میں مثنوی ”تف آتشیں“ (1241ھ) میں لکھی۔

محبت میں ان پے در پے ناکامیوں کی وجہ سے مومن کافی بیزار ہو گئے تھے۔ عزیز و اقارب اور شاگرد لوگ ان کا دل بہلاتے رہے مگر ناکام۔ وقت گزرتا گیا اور مومن کے دل کو تھوڑا قرار آ گیا۔ بلکہ یوں کہیے کہ محبت سے ایک قسم کی نفرت سی ہو گئی تھی کہ سابق محبوبہ، جس کا ذکر ”تف آتشیں“ میں ہے، کا خط آیا۔ اس خط میں انھوں نے شدید اشتیاق دید کا اظہار کیا تھا۔ لیکن مومن نے اسے یہ جواب دیا۔

تھا مطول بسکہ عذر اضطراب

مختصر سایہ لکھا میں نے جواب

کر گیا بے خود ہجوم اشتیاق

اب برابر ہمیں وصل و فراق

گر ملو شکر عنایت کچھ نہیں

اور نہ ملے تو شکایت کچھ نہیں

اس حسینہ خوب رو کی مومن سے ملاقات ہوئی۔ انھی ملاقاتوں کا سلسلہ جاری تھا کہ مومن کی نظر کچھ اور چند حسینوں پر پڑ گئی۔ مومن کی اس حالت کا پتا جب اس حسینہ کو چلا تو وہ مومن کی طرف سے بہت بدظن ہوئی اور اس نے مومن کے ساتھ اپنا رشتہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کیا۔

مومن کی پانچویں محبت:

مومن کا یہ عشق خالص حقیقی تھا۔ اس عشق میں وہ توبہ تاب ہو چکے تھے اور اپنی تمام تر توجہ انھوں نے پاکیزہ، مذہبی اور مقدس زندگی گزارنے کی طرف کی تھی۔ یوں ان کی مذہبی زندگی کا آغاز ہو جاتا ہے۔ مومن کی اس زندگی کے حوالے سے کریم الدین ”طبقات الشعراء ہند“ (1265ھ) میں یوں لکھتے ہیں: ”ابتداء میں تمام اوقات شعر گوئی اور لہو لعب دنیا میں صرف کر کے تمام مزے عیاشی کے اٹھا کر اب توبہ کی۔ بلکہ شعر بھی کہنا چھوڑ دیا۔ اب پابند نماز و روزہ کے بھی بہ نسبت سابق کے بہت ہیں“⁹

⁹ کریم الدین، طبقات شعراء ہند (علی گڑھ: انجمن ترقی اردو لاہور، 1848ء)، 445۔

مومن کے عشق کے بارے میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کا معشوق بازاری ضرور ہے اور نہ ہیں مومن کا عشق بازاری ہے۔ ان کے عشق میں خود داری ہے۔ وہ کوئی ایسا مطالبہ نہیں کرتے جو عاشقی کے خلاف ہو اور حسن و عشق کے مرتبے سے گرا ہوا ہو۔ مومن مذہبیت کے باوجود زاہد خشک نہ تھے۔ ان کے نعتیہ قصائد سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ایک ایک شعر جذبہ محبت کا آئینہ دار ہے۔ ان کو اگر مجمع اضداد کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کیوں کہ ان میں بعض متضاد اوصاف مشترک تھے۔ وہ کبھی دلربا حسینوں کے ہاں نظر آتے ہیں تو کبھی جذبہ شہادت سے سرشار نظر آتے ہیں۔ مگر اتنا ہے کہ حکیم مومن خان مومن کے معاشقوں سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ سب ان کے مقدر میں لکھا تھا اور نہ عام طور پر تو انسان ایک ہی عشق کر بیٹھتا ہے لیکن مومن کی تشنگی ہر عشق میں رہ جاتی ہے اور تاک میں بیٹھے تھے کہ چلو اگلا عشق کامیاب ہو جائے مگر ایسا نہ ہوا۔ اور ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ شب بت کدہ میں گزرے ہے دن خانقاہ میں

